اردو اعرابُ

(ایک مقالہ جو موتمر مستشرقین ہند کے شعبہ اردو میں
دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء میں بمقام حیدرآباد سنایا گیا)

از

محمد حمید اللہ

استاذ جامعہ عثمانیہ

(عہد آفریں برقی پریس)

اردو اعراب

یہ کچھ فطرت انسانی کا خاصّہ ہے کہ دوسرے کی چیز اچھی لگتی ہے اور اپنی چیز کی قدر نہیں ہوتی۔ اردو رسم الخط بھی اس سے مستثنا نہیں۔ یوں تو دنیا میں بیسوں رسم الخط رائج ہیں لیکن ہر ایک میں اس کی خوبیوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ خامیاں بھی ہیں اور بے عیب صرف خدا کی ذات ہے۔ اس کا یقین نہیں کہ آج ہم اپنی ایک چیز کسی خاص خامی کے مدنظر چھوڑ دیں تو کل اس کی جگہ اختیار کی جانی والی چیز میں کوئی اور خامی نہ نکل آئے۔ اسی لئے اکثر صورتوں میں انقلاب کی جگہ ارتقا کو ترجیح دی جانی چاہیے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہمارا رسم الخط ایسا لا علاج مرض ہو گیا ہو کہ اس سے چھٹکارا پانا ہی واحد چارہ کار رہ گیا ہو۔ یقیناً اس میں کچھ خوبیاں بھی ہیں اور اس کو چھوڑ کر ایک دوسرے رسم الخط کے اختیار کرنے میں بھی مختلف خرابیاں اور دشواریاں ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس کی جو چند خامیاں بیان کی جاتی ہیں ان کے دور کرنے کا کوئی امکان ہے یا نہیں؟

جہاں تک مجھ غیر فن داں کو علم ہو سکا، اردو رسم الخط کی دو خامیوں پر خاص زور دیا جاتا رہا ہے اور انہیں کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینے کی تجویز ہے۔ ایک تو اس کی طباعتی دشواریاں اور دوسرے اس کے اعراب کی کمی جس کے باعث صحیح تلفظ معلوم نہیں ہوتا۔

ٹائپ اور چھاپے کی دشواریوں سے مجھے آج بحث نہیں۔ بہرحال ان کا ایک حل

"بنیادی خط" کی ایجاد سے مولوی سجاد مرزا صاحب صدر کلیۂ تعلیم (عثمانیہ ٹریننگ کالج) نے معلوم کرلیا ہے۔ ممکن ہے ان کا بنایا ہوا خط ابھی جمالیاتی معیار سے مزید ترقی کا محتاج سمجھا جائے لیکن اصولی حد تک کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ جوڑوں کو کم کرنا اور منقسم حروف والے ٹائپ کی جگہ غیر منقسم حروف کا اختیار کرنا صحیح راہ پر گامزنی اور حوصلہ افزا اور پر امید پیش قدمی ہی ہے۔

دوسرا مسئلہ اعراب کی کمی کا تھا۔ آج اسی کے متعلق کچھ غور کے لئے عرض کرنا ہے۔

ہم عربی زبان کا اعراب برتتے ہیں۔ یہ اعراب خود عربی زبان کے لئے اسی حد تک کافی ہے کہ خالص اور مستند عربی الفاظ کو وہ پوری طرح ادا کرتا ہے دخیل الفاظ اور اسماء و اعلام کی حد تک عربوں نے معرب بنانے کا اصول اختیار کرکے اپنی حد تک ایک حل تجویز کرلیا۔ گو مقامی بولیوں کی دشواری باقی ہے۔ لیکن جہاں تک اردو کا تعلق ہے، آوازوں کی حد تک ہماری ضرورتیں عربی سے بہت زیادہ ہیں تاحال فارسی اور ہندوستانی آوازوں کو تسلیم کیا گیا ہے اور پ، چ، ژ، گ، ٹ، ڈ، ڑ، نون غنہ، ہائے مختفی اور یائے مجہول کے لئے عربی حروف تہجی میں اضافہ اور تصرف منظور کیا گیا ہے بعض اور سنسکرت آوازیں تھیں لیکن ہمارے اجداد نے ان پر زیادہ توجہ نہ کی اور وہ آوازیں کسی قریب تر آواز والے حرف میں ضم ہوگئیں اس کی سب سے مانوس مثال (ڈ = انگریزی دی) کی ہے اور مثلاً قندھیاچل کی جگہ ہم نے وندھیاچل یا بندھیاچل کرلیا ہے۔ ایک غیر متعلق لیکن مماثل امر خود ہمارے زمانے میں ٹ، ڈ کا انگریزی اثر سے برابر ہوجانا ہے۔ کچھ چیزیں عام بول چال میں باقی رہیں اور فصاحت کے خلاف یا مقامی ہونے کے باعث ان کو تحریری اردو میں بار نہ ملا مثال کے طور پر تلنگی تامل کنڑی وغیرہ کی طرح دکنی اردو میں (لؕ) ایک آواز ہے جو (ل) اور (ڑ) کے مابین ہے اور کم سے کم درجن بھر الفاظ میں عام طور سے بول چال میں مستعمل ہے مثلاً (ببلی) (ایک قسم کا بھجیا) اُلّی (بڑھائی کا ایک ہتھیار) کوتلا (کوڑا) وغیرہ۔

غرض حروف صحیح پر تو ایک حد تک توجہ ہوئی لیکن غیر طویل حروف علت یعنی اعراب پر تاحال ضرورت کے باوجود کوئی اضافہ عام طور سے رائج نہ ہوسکا ورنہ واو مجہول اور یائے مجہول کی طرح

ہماری زبان کے لئے ضمۂ مجہول اور کسرۂ مجہول کی بھی سخت ضرورت ہے اعراب پر عدم توجہ کی بڑی وجہ غالباً یہ تھی کہ اعراب لکھنے کی بہت کم ضرورت پیش آتی ہے اور شاید یہ بھی کہ رسم الخط اولاً اور زیادہ تر اہلِ زبان کے لئے ہوتا ہے اور وہ لفظ دیکھتے ہی اٹکنے کے بغیر اسے سمجھ لیتے ہیں خاص کر متداول الفاظ کو اور ضمۂ معروف و مجہول وغیرہ کے محتاج نہیں ہوتے لیکن کیا ظلم ہے کہ ہم (وہ) کو بھی وہی پیش دیں اور (اُس) کو بھی وہی حالانکہ مبتدی سے مبتدی بھی محسوس کر سکتا ہے کہ (وہ، دود کا دھندا) وغیرہ میں ضمۂ مجہول کی ضرورت ہے اور (اُس۔ اُن۔ تُم) وغیرہ میں ضمۂ معروف کی۔

تراجم اور علوم و فنون کی ترقی اور بین الاقوامیت کی توسیع سے ان گتھیوں میں نئی الجھنیں ہی بڑھتی جاری ہیں غیر زبانوں کے الفاظ اور ان سے کہیں زیادہ لوگوں اور مقاموں کے نام ہیں اس پر مجبور کر رہے ہیں کہ اعراب کے مسئلے پر زیادہ سنجیدگی سے غور کریں۔

میں جانتا ہوں کہ کچھ نہیں تو چالیس پچاس سال سے دنیا بے اردو میں اس پر توجہ ہو رہی ہے پشتو وغیرہ، عربی خط ہی میں لکھی جانے والی زبانوں میں بھی بعض اصطلاحات رائج ہوئے ہیں اور کسی ہنستد کمیٹی میں غور اور فیصلے کے وقت ان سب سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اب تک مختلف اشخاص اور اداروں نے اردو کے لئے جو تجویزیں پیش کی ہیں انہوں نے اصلاح و ترقی کا راستہ خاصا صاف کر دیا ہے البتہ یہ عرض کرنا گستاخی نہ سمجھی جائے کہ سب ضرورتوں کو ابھی تک حل نہیں کیا جا سکا ہے۔ مثال کے طور پر واو مجہول اور یائے مجہول کی حد تک ایک طور سے کچھ حل تجویز کر لیا گیا ہے لیکن ضمۂ مجہول اور کسرۂ مجہول پر اب تک کسی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ معمولی پیش اور زیر ان کا کام بالکل نہیں دے سکتے۔ ہندوستانی اور یورپی نام اردو اخباروں اور علمی کتابوں میں اس کثرت سے آ چکے اور آتے چلے جا رہے ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔ ان کا صحیح تلفظ معلوم نہ ہو کر غلط تلفظوں کا رائج ہو جانا ایک قومی عار کا باعث ہے۔

ولنگڈن (Wellingdon) اور ولنگٹن (Willington) دونوں میں واو کو ایک ہی طرح کا زیر دینا کسی طرح مناسب نہیں ہو سکتا۔

اگرچہ اردو لسانیات کا میں خصوصی طالب علم نہیں لیکن اردو میں لکھنے پڑھنے کی ضرورت سے مجھے بھی اعراب کے اس مسئلے سے تقریباً اتنا ہی سابقہ پڑتا ہے جتنا لسانیات اور صوتیات کے طلبہ کو۔ گذشتہ دس پندرہ سال میں یوں بھی اس فنی مسئلے سے مجھے مختلف اوقات میں سابقہ رہا۔ کبھی میں نے کوئی مضمون اس موضوع پر لکھا، کبھی کسی سرکاری کمیٹی میں اس مسئلے پر غور کرنے والوں کے ساتھ شرکت کے لئے بلایا گیا، کبھی جامعات بون و پاریس کے ادارہ ہائے صوتیات میں جرمن اور فرانسیسی صوتیات پر مہینوں درس لینا پڑا تاکہ ان زبانوں کو اچھی طرح سے بول سکوں، اور کبھی اپنی تالیفوں میں ان اصول کے انطباق کا عملی تجربہ اٹھانا پڑا۔ یہ مواقع کوئی سند تو نہیں لیکن انہیں نے مجھے اس جسارت پر آمادہ کیا ہے کہ آج کوئی تجاویز آپ کے غور کے لئے عرض کروں۔

میرے نزدیک اعراب کی اصلاح و ترقی میں حسب ذیل امور کا ملحوظ رکھا جانا لازمی ہے:-

(۱) ہر نیا اضافہ قدیم و موجودہ اعراب سے مجانست اور ہم آہنگی رکھے۔

(۲) بین الاقوامی مسلمات کو امکان بھر چھیڑا نہ جائے۔

(۳) اضافہ کم سے کم اور صرف ناگزیر چیزوں کے لئے ہو۔

(۴) جو بھی اضافہ ہو وہ ادھورا نہ ہو بلکہ اس کا اطلاق ہر جگہ ہو سکے اور ایک ہی کام کے لئے ایک سے زیادہ علامتیں نہ بنائی جائیں۔

دوسرے الفاظ میں میرا مطلب یہ ہے کہ موجودہ زیر زبر جس شکل اور اصول کے ہیں اس طریقے کو درہم برہم کئے بغیر ضمۂ مجہول کسرۂ مجہول وغیرہ کی شکلیں بھی اسی اسلوب پر اور اسی نہج کی بنائی جائیں۔ دوسرے یہ کہ جن اعرابی علامتوں کو جملہ دنیائے خط عربی میں جن آوازوں کے لئے تسلیم کیا گیا ہے اس کو ہم نہ

چھیڑیں۔ یعنی زیر سے کسرۂ معروف ہی لیا جائے اور پیش سے ضمۂ معروف۔

اس اصول چہارگانہ پر میرا خیال ہے کہ حسب ذیل اعراب ہماری کم ازکم فوری ضرورتوں کو پورا کردیگا:۔

موجودہ اعراب

مجوزہ و مطلوبہ اضافہ

یعنی ضمۂ مجہول کسرۂ مجہول اور فتحۂ مجہول تین اعراب بڑھائے جائیں اور واو، یا، اور الف کے پہلے ہی اعراب، مروجہ اصول ہی پر طویل تر آواز کے لئے برتے جائیں۔ مثلاً:۔

اِس۔ اِن	وغیرہ میں کسرۂ معروف ہے۔
رَن۔ فَن	وغیرہ میں فتحۂ معروف ہے۔
تُم۔ اُن	وغیرہ میں ضمۂ معروف ہے۔

اس کے برخلاف:۔

دِین۔ یقین	وغیرہ میں یائے معروف ہے
شام۔ برہان	وغیرہ میں الف معروف ہے
خُون۔ افسُوں	وغیرہ میں واو معروف ہے

اسی اصول پر:۔

یہ کہ	وغیرہ کو کسرۂ مجہول سے لکھنا چاہیے
لین۔ دین۔ ایک میز	وغیرہ کو یائے مجہول سے
دو۔ دود کا دھنا	وغیرہ کو ضمۂ مجہول سے
بُولنا۔ سُونا۔ افسُوس	وغیرہ کو واو مجہول سے

اَٹ (at) مان (man) ناشنل (national) وغیرہ میں فتحۂ مجہول اور الف مجہول ہیں اور یہ زیادہ تر انگریزی ناموں کے لئے ہیں درکار ہونگے۔